© rasailojaraid.com

اضافہ ہو جائے گا۔حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا بھی یہ مقام نہیں ہے کہ جو بھی حکم دے، ماننا پڑے گا۔ بلکہ امتیوں کے دور میں اصول یہ ہوگا کہ کتاب وسنت کے دائرے کے اندر احکام ماننا ہوگا۔ بیعت کا یہی نظامِ سمع وطاعت منصوص ہے، یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مسنون ہے، یعنی عمل نبوی سے ثابت ہے۔ پھر حضرت ابوبکر ؓ وعمر ؓ وغیرہ خلفاء کے ہاتھوں پر شخصی بیعت ہوئی۔

دو اہم باتیں

۱: پہلی دومنزلوں کے جہاد کا ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہونا اس شرط سے مشروط ہے کہ ہدف تیسری منزل ہو۔ اگر اقامت دین پیش نظر نہیں ہے، تو پھر کوئی تحریک جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوسکتی۔ ہوسکتا ہے کہ پہلی منزل پر تزکیہ نفس خانقاہی نظام بن کر رہ جائے۔ اسی طرح دعوت وتبلیغ کا اصل مقصد بھی اقامت دین نہ ہو، تو یہ جہاد بھی فی سبیل اللہ نہیں ہے۔

۲: جب کوئی مؤمن غلبہ طاغوت کے تحت زندگی بسر کر رہا ہو، جیسے آج اکثر امت کا حال ہے، تو اس کی ترجیح کیا ہونی چاہیے؟ ایسی صورت حال میں قرآنی فیصلہ یہ ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ...... الظّٰلِمُوْنَ ۝ ...... الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ [المائدۃ] اس حالت میں اگر طاغوت کا انکار نہیں ہے، نفرت نہیں ہے، اس کے خلاف جہاد کا عزم نہیں ہے، اور اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں بنایا گیا تو یہ ''نفاق'' کی زندگی ہے۔ پھر اس نظام کے تحت رہنا اور جائیداد بنانا، کاروبار کرنا حرام ہے۔ اس حالت میں مؤمن اپنی گنجائش کی حد تک ایک مجاہد کی حیثیت سے کوشش کرتا رہے۔ کم از کم اس کی نوکری نہ کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الجهادُ ماضٍ منذُ بعثني اللهُ إلى أن يقاتلَ آخرُ هذهِ الأمةِ الدجالَ'' [أبو داؤد الجهاد ح:۲۵۳۲]

غور کیجیے: تیرہ برس مکہ میں گزرے، وہ بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' تھا۔ ''قتال فی سبیل اللہ'' تو بعثت کے پندرہ سال بعد میدانِ بدر میں ہوا۔ پہلے جہاد رسول اللہ ﷺ نے اکیلے کیا، پھر ایک ایک آکر مجاہد ملتے گئے۔

دجال کے ساتھ جہاد کی آخری منزل یعنی ''قتال فی سبیل اللہ'' ہوگا، یہ بہت بڑی جنگ ہے، جسے نبی کریم ﷺ نے ''الملحمة العظمى'' قرار دیا ہے۔

(''جہاد فی سبیل اللہ'' مصنف: ڈاکٹر اسرار احمد طبع: 2006، صفحات: 72)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"صلوا كما رأيتموني أصلي"

نماز میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ

ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی

مردوں کے سر پر عمامہ یا ٹوپی پہننا ''لباس کی'' سنتوں میں شامل ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ سے عام طور پر پگڑی اور ٹوپی سے سر ڈھانپنا ثابت ہے۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا، جبکہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ [صحيح مسلم الحج ح:۳۳۱۱] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت سر پر کالی پگڑی زیب تن کیے ہوئے تھے۔ [صحيح مسلم ح:۳۳۰۹] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا، اس وقت آپ نے سر پر کالے رنگ کا پٹکا باندھ رکھا تھا۔ [صحيح البخاری ح:۹۲۷، شمائل الترمذي ح:۱۱۷] حضرت عمرو بن امیة الضمری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ [صحيح البخاري ح:۲۰۵، مسند أحمد ح:۱۷۶۱۵] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں پر اور سر کے اگلے حصے سمیت پگڑی پر مسح فرمایا۔ [صحيح مسلم ح:۶۳۳(۲۷۴)] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم دس سے زیادہ افراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گئے۔ (غربت کی وجہ سے) ہمارے پاس جوتیاں تھیں نہ موزے، اور نہ ہی ٹوپیاں تھیں۔ ہم (ننگے پیر) پتھریلی زمین پر چلتے ہوئے ان کے پاس پہنچے۔ [صحيح مسلم الجنائز ح:۲۱۳۸(۹۲۵)] ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ عمامہ کا پلو کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ [الترمذي ح:۱۷۳۶، شمائل ح:۱۱۶، صحيح ابن حبان ح:۶۳۶۳] رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر سفید عمامہ باندھا۔ [المستدرك ح:۸۶۲۳. إتحاف المهرة ح:۱۰۰۱۵]

ان احادیث شریفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سر پر عمامہ یا ٹوپی پہننا لباس کی سنت ہے۔ لہٰذا مسلمان شخص کو اپنے لباس میں عمامہ یا ٹوپی بھی زیر استعمال رکھنا چاہیے۔ البتہ احادیث شریفہ میں یہ وضاحت نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ نے عمامہ باندھ کر نماز پڑھی یا پڑھائی۔ البتہ جن احادیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے وضو میں عمامہ پر مسح کیا، ان سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے عمامہ پہن کر نماز ادا فرمائی ہے۔ کیونکہ کسی بھی حدیث میں یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے نماز ادا فرمانے سے پہلے عمامہ یا ٹوپی اتاری ہو۔ لہٰذا عمامہ یا ٹوپی پہن کر رہنا لباس کی ثابت سنت ہے۔ پس نماز کے دوران بھی اس سنت کا خیال رکھنا چاہیے۔

کتاب الٰہی و سنت نبوی سے نماز میں مردوں کے لیے سر ڈھانپنے کا حکم ثابت نہیں ہے۔ اس لیے یہ نماز کی شرائط میں ہرگز شامل نہیں ہے۔ اس لیے کوئی ننگے سر نماز ادا کرے تو جائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ البتہ اگر امام کے ننگے سر نماز پڑھانے سے بعض لوگوں کو اعتراض ہونے کا اندیشہ ہو، تو فتنہ سے بچنے کی خاطر سر ضرور ڈھانپ لینا چاہیے۔ جہالت کا فتنہ اہل اسلام کے لیے خطرناک ہوسکتا ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ شریف کو حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر نو کرنے سے اجتناب فرمایا تھا۔ [صحيح مسلم ح:٣٢٤٢(١٣٣٣)]

ایک وہم کا ازالہ: ہمارے دور میں اکثر لوگ ننگے سر رہنا ہی پسند کرتے ہیں۔ لیکن نماز کے وقت چٹائی کی ٹوپی یا جیبی رومال سر پر رکھ لیتے ہیں۔ جبکہ نماز کے علاوہ چٹائی کی ٹوپی پہننا گھٹیا انداز سمجھا جاتا ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے وقت گھٹیا انداز اختیار کرنا آدابِ نماز کے بالکل منافی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا بَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ''اے آدمیو! ہر سجدہ کے وقت زینت اختیار کیا کرو۔'' یہ خلافِ زینت لباس محض اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ انہیں ننگے سر نماز درست نہ ہونے کا ''وہم'' ہے۔ علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اوہام و خرافات سے رہائی دینے اور بدعات و رسوم سے نکالنے کی کوشش کریں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب، حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وغیرہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو ''صرف ایک کپڑے میں'' نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ [صحيح البخاري ح:٣٥٢، ٣٥٧، صحيح مسلم ١١٥٢، ١١٥٩، ١٦٦٩] حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک ہی کپڑا لپیٹ کر نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے اس کپڑے کے دونوں کنارے کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔'' [صحيح البخاري ح:٣٥٩، صحيح مسلم١١٥٢ (٥١٧)]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لا يصلِّ أحدُكم في الثوب الواحد ليس على عاتقه منه شيءٌ**'' [صحيح البخاري ح:٣٥٩، صحيح مسلم١١٥١ (٥١٦)] ''تم میں سے کوئی صرف ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے، کہ اس کے کندھے پر اس (کپڑے) کا کوئی حصہ نہ ہو۔'' یعنی ایک ہی کپڑا ہونے

© rasailojaraid.com